بلاخوف لومۃ لائم ، اجرِ آخرت ، خوشنودیٔ مولیٰ اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر شاہانہ رعب اپنے فرائض منصبی ادا کئے جائیں اور راہ حق میں ان کی پرواز ہر قسم کی مادی اور دنیاوی بندشوں سے آزاد ہے۔

"وارثین انبیاء" کا اتنا اونچا اور کامل معیار جب معاشرے کے سامنے آئے گا۔ تو لازماً ان کی گرفت ملک وملت پر مضبوط اور راسخ ہوتی جائے گی۔ ان کی عقیدت اور گرویدگی کی جڑیں قوم کے قلوب سے اور شاخیں آسمانوں سے پار ہونگی اور اس "کٹر ملائیت" اور "مذہبی اجارہ داری" کے صدقے قوم کی اکثریت اس دینِ فطرت اور صبغۃ اللہ میں رنگ جائے گی جسے آپ "کٹر ملائیت" "دقیانوسی" اور رجعت پسندی سے پکارتے ہیں۔ عرب عوام کے سامنے عرصہ سے اس ملائیت کے نورانی اور عرفانی نمونے نہیں آرہے تھے۔ وہاں کے علماء کی اکثریت نے عوام کے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ حرص وآز اور عہدہ ومنصب نے ان کے ضمیر اور قوتِ ایمانی کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ یا پھر وہ قوت وطاقت، عہدہ ومنصب کی پُرفریب سنہری زنجیروں میں پابند سلاسل ہوئے۔ وہ خود رسول اللہ کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ بیٹھے اور یہود ونصاریٰ کے تمدن میں ڈوب گئے منبر ومحراب میں اقتدار کی دست اندازیوں سے کلمۂ حق اور اعلیٰ اقدار کی اشاعت کے راستے مسدود ہو گئے۔ تو لازماً مسلم معاشرہ پر ان کی گرفت کمزور پڑ گئی اور پورا معاشرہ مادیت اور نام نہاد تمدن کے قعرِ مذلت میں گرتا چلا گیا، قومی خودداری، دینی احساس وشعور، جہاد اور جان نثاری کے جذبات سرد پڑ گئے۔ اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جانے لگی۔ اور صرف سائنس اور ٹکنالوجی اور عصری علوم اور نظریات سے کام نہ چل سکا۔

"تجدد پسندوں" اور "روشن خیالوں" کا وہ طبقہ جو اس ملک میں "علماء اور ملائیت" کی کمر توڑنے کے درپے ہے۔ اور اپنی اس مذہبی انار کی اور مذہبی گرفت سے آزادی کے لئے وہ آئے دن مصر عراق، ترکیہ اور لبنان، افغانستان اور ایران کی مثالیں پیش کرتا ہے۔ ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ یہاں بھی وہی تاریخ دہرانا چاہتے ہیں۔ جو مصر وشام میں دہرائی گئی۔ اور اس سے پہلے اندلس و البانیہ میں یا سمرقند وبخارا اور وسط ایشیا کے دیگر اسلامی حصوں میں۔ کیا ان ممالک میں اسلام کا زوال اپنے وقت کی سائنس اور ٹکنالوجی کے انتہائی عروج کے زمانہ میں شروع نہیں ہوا۔ مادی قوت اور دنیاوی ترقی کے منتہائے کمال کے وقت "ملائیت" کی گرفت ان ممالک میں ڈھیلی

پڑگئی اور نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے ملائی نظام کی کمر توڑ دی تھی اور ملائیت سے پیچھا چھڑانے لگے تھے"۔ جن ممالک کا نام یہ لیکر آپ "ملائیت اور راسخ العقیدہ اسلام کو یہاں گردن زدنی قرار دے رہے ہیں، کیا ان میں سے بہت سے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم سے آگے نہ تھے۔؟ اور اگر مان لیا جائے کہ وہ سائنسی لحاظ سے کمزور رہتے تو "ملائیت" نے کہیں کب سائنسی ترقیات سے روکا۔؟ کہ سارا الزام اس کے سر پر تھوپا جائے۔ "اسلام" کی وہ کونسی بنیادی تعلیم ہے۔ اور اعاظم و اکابر اسلام کی وہ کونسی شخصیت ہے جو اس طویل تاریخ میں سائنسی اور حربی ترقیات میں رکاوٹ بنی ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی سے مراد اگر مادی ترقیات اور ملک کی حفاظت و بقاء اور دشمن کی مدافعت کی خاطر جنگی استعداد بڑھانا ہے تو وہ اسلام ہی ہے جس نے دشمن کے خلاف تیاری، اعداد اور استعداد کو کسی حال سے مشروط اور کسی مقدار سے محدود نہیں کیا۔ اس نے اساسی ارکان نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے لئے تعداد و زمان کی حدود و قیود مقرر کیں۔ مگر یہ کہہ کر جہاد اور جنگی تیاریوں کے لئے ہمہ وقتی اور ہر ممکن جدوجہد کرنے کا حکم دیا کہ واعدوا لھم ما استطعتم اس کے لئے کوئی حد و قید نہیں اور جتنا بھی آپ کا بس چلے دشمن کے مقابلہ میں تیاری کرو۔ یہ استطاعت اپنے اندر لامحدود مفہوم رکھتی ہے۔ ہاں اگر سائنس اور ٹکنالوجی کے تکرار عصری تقاضوں اور زمانے کی رفتار کے ورد اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے ترجمانی کی نصیحت سے آپ کی مراد یہ ہے کہ جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا امتیاز ختم کر دیا جائے۔ اور اسلام کو سود، قمار، شراب، بے پردگی، فحاشی میں رکاوٹ نہ بنایا جائے۔ نام نہاد اقتصادی اور معاشی ترقیوں کی خاطر نہ تو نماز روزہ، حج و زکوٰۃ پر وقت ضائع کیا جائے اور نہ ان اصطلاحات پر زور دیا جائے۔ بلکہ ان کی "روح" کو کافی سمجھا جائے عصر حاضر کے ہر لادینی ازم اور تحریک کے ساتھ اسلام کا پیوند لگایا جائے۔ اسلام کے تعبیرات اور اساسی اصول پر نہ اڑا جائے۔ تو یقین جانیئے کہ ایسا کرنا صرف ملائیت نہیں اسلام اور اسلامیت ہے، محمدیت اور صدیقیت ہے۔ یہ ملائی نظام نہیں فاروقی نظام ہے۔ یہ ملا ازم نہیں عثمانؓ و علیؓ اور تمام صحابہ کرام کا ازم ہے۔ پھر آپ کو کھلے "ملائیت" کی بجائے "اسلامیت" کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے۔

بحمد اللہ جیسا کہ روشن خیالوں کو اعتراف ہے ہمارے ہاں ملائیت اور بالفاظ دیگر

"اسلام اور محمدیت" کی گرفت مضبوط ہے تو ملک بھی محفوظ ہے۔ یہ پنجہ جتنا سخت رہا، اتنا ہی ملک وملت کے حق میں مفید اور جب بھی کمزور پڑا اتنا ہی ہلاکت آفرین ثابت ہوا۔ اگر مغل تاجدار "اکبر دی گریٹ" کے آہنی پنجے اس خدائی حصار کو نہ توڑ سکے اور نہ انگریز برصغیر کے مسلمانوں کو ڈیڑھ سو سال کے جابرانہ اور مستبدانہ حربوں سے ہضم کر سکا، تو یہ نتیجہ تھا اس "ملائیت" اور ملائی نظام کے مراکز مدارس، مساجد اور خانقاہوں کا، جس کے علمبردار تھے حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی، سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر، شاہ ولی اللہ، اور شاہ عبدالعزیز دہلوی، سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حجۃ الاسلام محمد قاسم نانوتوی، شیخ رشید احمد گنگوہی، اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی۔ اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبدالباری فرنگی محل اور مولانا محمد علی و شوکت علی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اور مورخ وقت علامہ سلیمان الندوی۔ علامۂ وقت مولانا انور شاہ کشمیری اور مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ دہلوی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دیگر حضرات رحمہم اللہ تعالیٰ، یہ لوگ "ملائیت" کے اعلیٰ نمونے، انسانیت کے روشن مینار اور آزادی وحفاظت کے آہنی حصار نہ ہوتے تو آج آپ کی تاریخ اندلس اور البانیہ سے مختلف نہ ہوتی اور آپ کی "مسجد و خانقاہ" کا بھی وہی عالم ہوتا جو روس کے اسلامی علاقوں میں ہے۔ پس یہاں کے باشعور اور حساس مسلمانوں کو سوچنا ہے کہ انہیں کونسی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔

○

مشرق وسطیٰ کے حادثہ پر ایک ماہ کے غور وفکر کے بعد جنرل اسمبلی کا اجلاس ختم ہوگیا۔ اس پوری مدت میں اس کا صرف ایک مسئلہ پر "اجماع" ہو سکا، اور وہ تھا اجلاس کو برخواست کرنے کی "قرارداد" گویا مغرب کے اس طلسماتی چکر کا ڈھونگ صرف برخاستند کے لئے رچایا گیا تھا۔ اصل مسئلہ پر قرارداد تو کیا مذمت کا کوئی لفظ بھی منظور نہ ہو سکا ——— ظلم وانصاف کی تاریخ کا جائزہ لینے والا مورخ اس انکشاف سے مبہوت ہوگا کہ دنیا میں مظلوم کی داد رسی اور حق وانصاف کا گلا سب سے زیادہ بے دردی اور عیاری سے جس "ادارے" کے ذریعہ گھونٹا گیا اس کا نام اقوام متحدہ تھا۔ حقوق انسانی اور انسانی قدر و احترام اور آزادی اقوام کا محافظ وپاسبان ادارہ ؎ بر عکس نہند نام زنگی کافور ——— دنیا بھر میں ہر سال اس کے انصاف اور مساوات پروری